

مولانا سجاد الحجابی *

مناظرے کا دینی مقام اور تاریخی پس منظر

مولانا مفتی محمد سجاد الحجابی علم و تحقیق کے حوالے سے ایک جانا پہچانا نام ہے، علوم عربیہ، عقلیہ و فہلیہ کی تدریس میں منفرد مقام کے حامل ہیں، عربی زبان و انشاء کے صاحب طرز ادیب ہونے کیساتھ مختلف نادر مخطوطات پر تحقیق و تخریج اور قدیم علمی ورثہ کی اشاعت نیز ان سے استفادے جیسے قابل تقلید خدمات انجام دے رہے ہیں، زیر نظر مقالہ ان کے ذوق تحقیق اور کتاب شناسی کا آئینہ دار ہے۔ (ابن مدنی)

الحمد لله رب العالمين والصلا والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه جمعین۔ واما بعد !
اس میں شک نہیں ہے کہ "مناظرہ" کے اصول و قواعد کتاب اللہ عز و جل اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مستنبط ہے اجماع بھی مناظرہ کو مشروع جانتا ہے اور صحابہ کرام کا عمل بھی اسی پر ہے۔

قرآن کریم میں مناظروں کا جا بجا ذکر ہے خود حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں اور یہودیوں سے مہذب انداز میں گفتگو فرما کر حق و اشکاف کیا، کئی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اہل بدعت سے مناظرے فرمائیں جیسا کہ خوارج سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مناظرہ مشہور ہے۔

فرقہ قدریہ جب زور پکڑنے لگا اور ان کی افکار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں دار الخلافہ دمشق پہنچے گئے، تو انہوں نے غیلان بن مسلم کے ساتھ تقدیر کے عقیدہ پر مناظرہ رکھا، دونوں طرف سے دلائل پیش ہوئے، جس میں حق فتح یاب ہوا غیلان بن مسلم نے اپنے باطل عقیدے سے توبہ کر لی، جس کے الفاظ کو تاریخ نے سنہری حروف میں نقل کیا ہے، غیلان کہنے لگے:

"يا امير المؤمنين لقد جنتك ضالا فهديتني ، واعمى فبصرتني ، و جاهلا فعلمتني ، والله

لاتكلم في شئى من هذا الامر ابداً (۱)

"اے امیر المؤمنین! آپ نے مجھے راہ راست پر لایا حالانکہ میں بھٹکا ہوا تھا، آپ نے مجھے صاحب بصیرت بنا

دیا، حالانکہ میں راہ سے آندھا تھا اور آپ نے مجھے علم دیا، حالانکہ میں جاہل تھا۔ اللہ کی قسم آئندہ کبھی بھی اس

معاملے میں بات پرس اور گفتگو نہیں کروں گا۔

ائمہ اربعہؒ نے تو اپنے اپنے دور میں اہل بدعت کے ساتھ خوب مباحثے و مناظرے کئے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ خود فرماتے ہیں کہ میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ گیا ہوں اور کئی کئی مہینے رک کر اہل بدعت سے مناظرہ کیے ہیں۔ (۲)

بلکہ امام اعظمؒ کے "مناظرات عقیدہ و فرعیہ" کا تاریخ نے ایک معتد بہ حصہ نقل بھی کیا ہے، جو ایک مستقل کتاب میں جمع ہو سکتے ہیں۔ امام شافعیؒ کا "حفظ الفرد" سے مناظرہ، امام مالکؒ کا "استواء" کے مسئلہ پر جہم بن صفوان سے مباحثہ، امام احمدؒ کا معتزلہ کے خلاف معصم باللہ کے دربار میں خلق قرآن کے مسئلے پر گفتگو تاریخ کے کسی بھی طالب علم سے مخفی نہیں ہے۔

مناظرہ کے مشروعیت پر اجماع کے متعلق محدث جلیل خطیب بغدادیؒ "کتاب الفقیہ والمفتیہ" میں یوں رقم طراز ہیں: "ووجدنا هل العلم فی کل عصر یتناظرون و یتباحثون، ویحتج بعضهم علی بعض" اور ہم ہی نے ہر زمانے میں اہل علم کو آپس میں مناظرہ اور مباحثہ اور ایک دوسرے پر دلائل پیش کرتے ہوئے پایا۔ پھر آگے جا کر فرماتے ہیں:

"وقد وجدنا الائمه متفق علی حسن المناظره فی هذه المسائل و عقد المجالس بسببها (۳)

"اور ہم نے ان مسائل میں حسن المناظرہ پر اور انہی مسائل کے سبب مجالس کے انعقاد پر ائمہ کرام کو متفق پایا۔"

لہذا مناظرہ اگر اپنے شرائط کے ساتھ ہو، تو اس کی مشروعیت میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے، جب کہ فقیہ الامت امام حنفیؒ، تو اسے عبادت قرار دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"والمناظر فی العلم لنصر الحق عباد" (۴) "علم میں حق کی خاطر مناظرہ کرنا عین عبادت ہے"

لیکن اگر مناظرہ کے شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس سے احتراز برتنا چاہیے، چنانچہ بعض سلف صالحین ایسے مناظروں سے بچتے رہتے تھے، جو صدق نیت پر مشتمل نہ ہو۔

ہاں! اگر مناظرہ صدق نیت اور احقاق حق کے ارادے سے ہو، تو اس کے بہت سارے فائدے بھی ہیں مثلاً:

(۱) حق کا باطل سے جدا ہونا، چنانچہ امام ابوالولید الباجی المالکی لکھتے ہیں:

"هذا العلم (علم المناظر) من أرفع العلوم قدرا وأعظمها شأنا، لانه السبيل الى معرفة

الاستدلال و تمييز الحق من المحال، ولولا صحيح الوضع في الجدل لما قامت حجة ولا

اتضح محجبه ولا علم الصحيح من السقيم ولا المعوج من المستقيم (۵)

"علم المناظرہ باقی علوم سے قدر و منزلت کے اعتبار سے اعلیٰ مقام رکھتا ہے، کیونکہ یہی ایک ایسا راستہ ہے، جس کے

ذریعے صحیح استدلال کی معرفت اور باطل سے حق کی امتیاز کی جاتی ہے۔

(۲) مناظرے سے تشہید اذہان ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

"رایت ملاحہ الرجال تلغیحا للالبابہم" (۶) "میں لوگوں کا آپس میں مباحثہ انکے عقول کی زرخیزی اور دانش مندی سمجھتا ہوں اور راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

"فان الجدل مع ما فیہ قد یوقظ الفہم" (۷) "کچھ شرائط کے ساتھ بحث و مباحثہ فہم کو زرخیزی بخشتا ہے۔"

(۳) مذاکرہ علم یعنی گفتگو سے مذاکرہ علم ہوتا ہے جس کی بدولت دقائق کی گھٹیاں سلجھ جاتی ہے اور وسعت

معلومات کا سبب بنتا ہے۔ (۴) اصل مصادر و مراجع کی طرف رجوع کی مشق (۵) اسلام اور حق کا بول بالا

(۶) علوم کی تنقیح و فہم بھی مناظرہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (۷) کثرت تالیف: چنانچہ مخالفین کی طرف سے جو

کتابیں لکھی جاتی ہیں اہل حق کی طرف سے اس کی جوابات تحریر کیے جاتے ہیں، جو کثرت تالیف کا سبب ہے۔

(۸) اور اس زمانے میں سب سے بڑا فائدہ مناظرے کی وجہ سے اہل باطل کے سامنے ایک بند باندھی جاتی

ہے، جس سے اہل باطل رک جاتے ہیں اور اہل حق میں خاص کر عوام الناس گمراہی کی طرف نہیں جاتے۔

اس کے علاوہ بھی مناظرہ کے بہت سارے فوائد ہیں، دوسری جانب اگر مناظرہ نیت فاسد سے منع کیا جائے، تو

اس کے نقصانات بھی کم نہیں۔ مثلاً: (۱) اس سے بغض و عداوت بڑھتا ہے۔ (۲) کثرت غیبت کا سبب بنتا ہے۔

(۳) نیت کے فساد کیلئے سبب بنتا ہے۔ (۴) جھوٹ بولنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ چنانچہ "مناظر باطل" اپنے مدعی

ثابت کرنے کیلئے جھوٹ گھڑنے سے نہیں کتراتا۔ (۵) گالم گلوچ تک نوبت پہنچنا۔

راقم کے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جب خصم دلائل کے جواب سے عاجز آجائے تو گالیوں پر اتر آتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مناظرہ میں طرفین کیلئے نیت کا درست کرنا نہایت ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سلف نے ایسے

مباحثے سے منع فرمایا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"الجدال فی الدین ینشئ المرء، و ینہب بنور العلم من القلب و یقسی القلب و یورث الضغن" (۸)

"دین میں جنگ و جدال بد مزاجی کو جنم دیتا ہے اور یہ دل کی بے نوری قساوت اور آپس میں حسد و کینہ کا سبب ہے"

اور حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "والخصوم مبدء الشر، و کذا الجدال والمرء، ینبغی للإنسان أن لا یفتح علیہ

باب الخصومة إلا للضرورة لابد منها" (۹)

"انسان کو کسی شدید حاجت کے بغیر ان خصومات سے روگردانی اور گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہی شر کی جڑ ہے"

درحقیقت اگر مناظرہ کو صحیح و درست نیت سے کیا جائے تو اس کا ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ ہمارے اسلاف کا

یہی شیوا تھا کہ جب اہل باطل حق کے راستے کیلئے مسلسل رکاوٹیں کھڑی کرتے تھے، تو اہل حق مختلف اندازوں سے

ان کا مقابلہ کرتے اور جب وہ باز نہ آتے تو مناظرے کو ترکش کے آخری تیر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔
 امام المحکمین شیخ اہل السنۃ ابوالحسن الاشعریؒ کا حال حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ تحریر کر کے تبصرہ فرماتے ہیں:
 "امام ابوالحسن کو مناظرہ اور بحث و استدلال کا پہلے سے ملکہ تھا اور یہ ان کا فطری ذوق اور خداداد صلاحیت تھی،
 مذہب حق کی حمایت کے جذبہ اور تائید الہی نے ان کی ان قوتوں اور صلاحیتوں کو اور جلا دیدی وہ اپنے زمانے کے
 عقلی سطح سے بلند تھے اور عقلیات و علم کلام میں مجتہدانہ دماغ رکھتے تھے"

معتر لہ کے سوالات و اعتراضات کا جواب وہ اس آسانی سے دیتے تھے جیسے کوئی کہنہ مشق استاذ اور ماہر فن، مبتدی
 طالب علموں کے سوالات کا جواب دیتا ہے اور ان کو خاموش کر دیتا ہے ان کے ایک شاگرد ابو عبد اللہ بن خفیفؒ اپنی
 پہلی ملاقات اور ایک مجلس کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

"میں شیراز سے بصرہ آیا مجھے ابوالحسن اشعریؒ کی زیارت کا شوق تھا لوگوں نے مجھے ان کا پتہ دیا، میں آیا تو وہ
 ایک مجلس مناظرہ میں تھے وہاں معتر لہ کی ایک جماعت تھی اور وہ لوگ گفتگو کر رہے تھے جب وہ خاموش
 ہوئے اور انہوں نے اپنی بات پوری کر لی تو ابوالحسن اشعریؒ نے گفتگو شروع کی انہوں نے ایک ایک سے
 مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے یہ کہا تھا اور اس کا جواب یہ ہے تم نے یہ اعتراض کیا تھا اور اس کا جواب اس طرح
 ہے، یہاں تک کہ انہوں نے سب کا جواب دے دیا جب وہ مجلس سے اٹھے تو میں ان کے پیچھے پیچھے چلا اور
 ان کو اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا، انہوں نے فرمایا کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ یہ دیکھتا ہوں کہ آپ کی
 کتنی زبانیں ہیں کتنے کان اور کتنی آنکھیں ہیں (کہ آپ سب کی سنتے، سب کی سمجھتے، اور سب کا جواب
 دیتے ہیں) وہ یہ سن کر ہنس دیئے۔ (۱۰)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کی سب باتیں تو سمجھ میں آئی مگر یہ نہ سمجھ سکا کہ آپ
 ابتداً خاموش کیوں رہتے ہیں اور معتر لہ کو گفتگو کا موقع کیوں دیتے ہیں آپ کی شان تو یہ ہے کہ آپ ہی گفتگو کریں
 اور اعتراضات کو خود رفع کر دیں۔

انہوں نے فرمایا کہ میں ان مسائل اور اقوال کو اپنی زبان سے ادا کرنا جائز نہیں سمجھتا البتہ یہ جب کسی
 کے زبان سے نکل جائیں، تو پھر ان کا جواب دینا اور ان اقوال کی تردید الہی حق کا فرض ہو جاتا ہے (۱۱)
 علما دیوبند (کثر اللہ سوادھم) میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کے اہل بدعت سے مناظرے کسی پر مخفی نہیں ہے
 موضوع کے مناسبت سے ان کے دو مناظروں کی روئیداد نقل کیے دیتا ہوں، جن میں ایک مناظرہ سنبھل انڈیا میں
 فرقہ بریلویہ سے ہوا، جب کہ دوسرا مناظرہ آریہ سماج والوں سے بریلی میں ہوا۔
 ان دونوں مناظروں کے احوال اگرچہ تھوڑے طویل ہیں لیکن انشاء اللہ فائدے سے خالی نہیں۔

”خیر اب ہم بالکل تیار ہیں اور آمدورفت اور خوردونوش کے خرچ کے مختصر ہیں لہذا جلد از جلد تاریخ مناظرہ اور مقام مناظرہ کہ سنبھل میں کس جگہ ہوگا اور شرائط مناظرہ مقرر فرما کر اور اس کے ساتھ آمدورفت اور خوردونوش کا خرچ نقد روانہ فرما دیجئے۔“

"جناب مولوی منظور حسن صاحب خصوصاً و جمیع وہابیہ سنبھل عموماً دور ضلع نئی تال میں جو قرار داد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرے کیلئے تیار تھا اور ہوں لیکن معلوم ہوا کہ تلمیذ رشید عزیز سعید شیر بیشہ اہل سنت مولوی حشمت علی خان صاحب لکھنوی کے مقابلے میں آپکا سارا گروہ عاجز رہا۔۔۔۔۔"

لہذا وہ مناظرہ جو قرارد ضلع نئی تال کے مطابق طے ہوا تھا ختم ہو چکا، کہ جو لوگ میرے تلمیذ سعید کے سامنے اپنا اسلام ثابت کرنے سے عاجز رہے، وہ میرے سامنے ایک فرعی مسئلہ علم غیب میں لب کشائی کا کیا حق رکھتے ہیں۔ اب بھی اگر مناظرہ کرنا ہو تو اسکی ایک تحریر دو کہ ہمارا سارا گروہ مولوی حشمت علی صاحب کے مقابلے سے عاجز رہا یا اپنے اکابر کو دیوبند و تھانہ بھون سے بلاتا کہ انکا عجز و فرار بھی ایسا ہی دکھا دیا جائے۔"

مولوی رحمہ الہی صاحب نے اس اشتہار عام کے ذریعے اپنے نزدیک اس بات کا پکا انتظام کر لیا تھا کہ مناظرے سے جان چھوٹی، مگر اپنا جو عالم اس زمانے میں تھا، اس میں اسکی کیا گنجائش تھی موصوف کو ایک نوٹس جوابی تار برقی کے ذریعے ۲۲ تاریخ کو دیا گیا۔ "فورا آئیے، ہر قسم کی بہانہ سازی کو چھوڑ دیجئے ورنہ جملہ خرچے کے آپ ذمہ دار ہونگے" اور اسکے بعد موصوف کو چارونا چار آنا پڑا، اگرچہ پھر بھی اتنی دیر ضرور لگا دی کہ ۲۳ تاریخ کو پہنچے جو کہ مناظرے کا آخری طے شدہ دن تھا اور نتیجتاً یہ مناظرہ ۲۳ تا ۲۶ ہوا۔

موصوف آتو گئے، مگر مناظرے کیلئے خود کھڑے ہونے کو کسی طرح تیار نہ ہوئے، بلکہ اپنے ساتھ اپنے عزیز سعید، تلمیذ رشید مولوی حشمت علی صاحب کو لے آئے تھے انہی کو اپنا وکیل بنا کے کھڑا کیا، اور ان "عزیز سعید" نے پورے دودن تو "سوال کچھ اور جواب کچھ" کے میدان میں اپنی مہارت دکھانے کا وہ منظر پیش کیا، کہ خود انکی جماعت شرم سے پانی پانی ہونے لگی، مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کا علم غیب تھا اور وہ اپنی جوابی تقریر میں بحث کا موضوع بنا ڈالتے تھے اکابر دیوبند کے اسلام اور کفر کو، موضوع بحث سے انکے فرار کی یہ کیفیت دودن میں اتنی روشن ہو گئی، کہ بالآخر انکی جماعت کے سرغنہ بھی تاب نہ لا سکے اور انھیں مجبور کیا کہ موضوع پر بات کریں اور انکے دعوائے علم غیب کے خلاف جو دلیل پر دلیل مسلسل پیش کی جا رہی ہے، اسکے جواب میں کچھ تو اپنی دلیل پبلک کے سامنے لائیں، اسکے نتیجے میں تیسرے دن انھیں بھی کچھ شرم آ ہی گئی، اور کوشش شروع کی، کہ دوسری طرف کی انکاری آیات و احادیث کے مقابلے میں کچھ ثبوت والی دلیلیں لائیں، تو اس میدان میں چونکہ انکی گرہ بالکل ہی خالی تھی۔ ورنہ انکے استاذ شیخ الحدیث مولوی رحمہ الہی صاحب اس مناظرے میں آنے سے بچنے کیلئے وہ سب کچھ کیوں کرتے، جسکی تفصیل اوپر آئی، اسلئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اس مناظرے کے آخری دن میں یہ باب بالکل ہی روشن ہو گئی۔ کہ عالم الغیب والشہادہ صرف اسی کی ذات وحدہ لا شریک ہے اور کوئی بھی بندہ چاہے وہ نبی و رسول کے مرتبے کا ہو، بلکہ ان سب میں بھی اشرف و افضل کیوں نہ ہو، اسکے لئے علم غیب کی صفت کا دعویٰ کرنا قطعی طور پر خلاف قرآن و حدیث ہے۔ والحمد لله تعالیٰ و سبحانہ

امروہہ اور سنبھل کے مناظروں کی تفصیلی روئداد اسی زمانے میں "صاعقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی" (۱۲) کے نام سے چھپ گئی تھی اور فائل میں موجود ہے، مگر یہاں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

آریہ سماجیوں سے مناظرہ

حضرت مولانا منظور نعمانی کا آریہ فرقہ سے کئی مناظرے ہوئے ان میں پہلے مناظرے کے احوال پیش ہے۔ مولانا خود لکھتے ہیں: "آریہ سماج والوں سے پہلے مناظرے کی نوبت بریلی میں آئی، یہ دسمبر ۱۹۳۲ء کی بات ہے میں قیام تو اس وقت تک بریلی میں نہیں ہوا تھا، لیکن وہاں کے مدرسہ مصباح العلوم میں میرے استاد حضرت مولانا

کریم بخش صاحب کے صاحب زادے مولانا عبدالحق صاحب کا صدر مدرس کی حیثیت سے تقرر ہو گیا تھا انہوں نے اس سال مجھے اپنے مدرسے کے سالانہ جلسے میں تقریر کیلئے مدعو کیا، میری تقریر کا عنوان تھا: "حضرت محمد ﷺ کی صداقت اور قرآن مجید کا وحی الہی ہونا"

تقریر کے دوران میں ایک صاحب اعتراض کے لئے یا کہنے سوال کرنے کھڑے ہو گئے، ان کے اعتراض نے بتایا کہ یہ آریہ سماجی ہندو ہے میں نے ان سے کہا کہ آپ میری تقریر کے بعد مجھ سے ملیں اور اپنی بات کہیں، تب میں جواب دوں گا، وہ بعد میں طے اور اپنا نام ماسٹر بلدیو پرشاد سورن بتایا اور مختصر گفتگو کے بعد انہوں نے مناظرہ کا چیلنج دیا، جس کے بارے میں شہر کے دو معزز مسلمانوں نے ان سے بات چیت کر کے میری منظوری سے چھ دن کا مناظرہ طے کیا، جس میں پہلے تین دن میں قرآن پاک کا وحی الہی ہونا موضوع بحث ہو گا اور دوسرے تین دن میں وید کے بارے میں یہی بحث ہو گئی، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد سے پہلے تین دن میں یہ صورت حال ہوئی کہ خود ماسٹر صاحب کی طرف کے صدر جلسہ کو جو خود ہندو اور ایک کالج کے پرنسپل تھے۔ چوتھے دن ماسٹر صاحب پر رحم کھا کر یہ کہنا پڑا کہ مولانا صاحب آپ کا اور ماسٹر صاحب کا کوئی مقابلہ نہیں ہے، اس لئے مناظرے کے مزید جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں مناسب ہے کہ اب ختم کر دیا جائے اس طرح چوتھے دن ہی یہ مناظرہ خود ماسٹر صاحب کے اپنے صدر جلسہ کی فرمائش پر ختم ہو گیا فالجھد اللہ اس کے بعد ان لوگوں سے بعض اور مناظرے ہوئے۔ جو ۳۴ء میں الفرقان جاری ہونے کے بعد میں ہوئے، اور انکی روداد الفرقان میں آئی اس دور کا بھی پہلا مناظرہ بریلی ہی میں مشہور سماجی پنڈت گوپی چند سے ہوا (۱۳)

میدان "علم المناظرہ" میں تصنیفی خدمات:

علم المناظرہ پر سب سے پہلی باقاعدہ مدون کتاب ایک جلیل القدر حنفی عالم، علامہ رکن الدین ابو حامد محمد العمیدی القفقیہ لکھی، (۶۱۵ھ) نے "الارشاد" کے نام سے لکھی، امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) جو عمیدی صاحب "الارشاد" کے معاصر بھی ہے انہوں نے عمیدی پر کافی زیادات کیے۔

البتہ اس فن میں سب سے مشہور کتاب شمس الدین حکیم سمرقندی (۶۰۰ھ تخمیناً) نے تحریر کی (۱۴)

اسکے بعد تو علم المناظرہ واجد ل کے حوالے سے کافی کتابیں لکھی گئی، بطور فائدہ ان مفید کتابوں کی مختصر فہرست حاضر خدمت ہے۔

۱: الولدیہ فی آداب البحث والمناظرۃ، تالیف علامہ ساجقلی زادہ (م: ۱۱۴۵ھ) مصطفیٰ البابی مصر، ۱۹۶۱ء میں چھپی ہے انہوں نے اپنے ایک دوسرے کتاب ترتیب العلوم کے ص ۱۳۱ پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے (۱۵)

۲: شرح الولدیہ، تالیف: السید عبدالوہاب، یہ شرح بھی مصطفیٰ البابی، مصر سے چھپی ہے۔

۳: شرح الولدیہ، تالیف: امام آمدی ۴: شرح الولدیہ، تالیف: منلا عمر زادہ

- ۵: آداب البحث والمناظرة، تالیف: محمد بن اشرف سمرقندی (متوفی ۶۰۰ھ) مخطوط، مکتبہ جامعہ الملک سعود
- ۶: شرح آداب البحث والمناظرة، تالیف: کمال الدین مسعود رومی (متوفی ۹۰۵ھ)
- ۷: شرح آداب البحث للسمرقندی، تالیف: قطب الدین محمد کیلانی (متوفی ۸۹۱ھ) مخطوط، مکتبہ جامعہ الملک سعود
- ۸: آداب البحث والمناظرة مع شرحه للمؤلف تالیف: علامہ طاش کبری زاحم (متوفی ۹۶۳ھ) مخطوط، جامعہ الملک سعود
- ۹: آداب البحث والمناظرة، تالیف: الشیخ محی الدین عبد الحمید الحنفی المصری (۱۳۹۲ھ)
- ۱۰: آداب البحث والمناظرة، تالیف: محمد امین بن محمد المختار الشنقیطی (۱۳۹۳ھ)، مطبوع: دار العلم، جدہ۔
- ۱۱: آداب البحث مع التعليق، تالیف: علامہ احمد مکی (من علماء الزهر الشریف) مطبوع: جمعية النشر والتالیف الازهریه، مصر۔
- ۱۲: الرسالة العضدية، تالیف: عضد الدین والملة الایچی (متوفی ۷۵۶ھ)
- ۱۳: شرح الحنفی علی الرسال العضدی، تالیف: شمس الدین التبریزی (متوفی ۹۰۰ھ) مخطوط، جامعہ الملک سعود۔
- ۱۴: شرح العصام علی العضدية، تالیف: عصام الدین الاسفرائینی (۹۴۳ھ) مطبوع، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔
- ۱۵: الهدية المختارة شرح الرسالة العضدية، تالیف: امام عبدالحء لکھنوی (۱۳۰۴ھ) ادارة القرآن، کراچی
- ۱۶: شرح ملا صادق علی العضدية، تالیف: محمد صادق بن درویش، مطبوع: مکتبہ رحمانیہ، لاہور
- ۱۷: اصول الاستدلال و المناظرة، تالیف: الشیخ العلام عبدالرحمن حبنکة الميدانی، مطبوع دار القلم، بیروت۔
- ۱۸: علم الجدل فی علم الجدل، تالیف: نجم الدین الطوفی الحنبلی (۷۱۶ھ)
- ۱۹: الکافی فی الجدل، تالیف: امام الحرمین الجوینی (مت ۴۷۸ھ)
- ۲۰: کتاب الجدل (علی طريقة الفقها) تالیف: ابو الوفا ابن عقیل البغدادی (۵۱۳ھ)
- ۲۱: المغنی، تالیف: للأبهري ۲۲: المعونة فی الجدل، تالیف: للشیرازی (۳۹۳ھ)
- ۲۳: مقدمة النسفی اس کی سب سے اچھی شرح سمرقندی ہے
- ۲۴: تاریخ الجدل، تالیف: محمد ابو زهرة، مطبوع دار الفكر العربی
- ۲۵: عیون المناظرات تالیف: ابو علی عمر السکونی (۷۱۷ھ) مطبوع: منشورات الجامع التونسية ۱۹۷۶ء
- ۲۶: مناهج الجدل فی القرآن الکریم، تالیف: ڈاکٹر زاهر الألمعی مطبوع۔
- ۲۷: مناظرہ کے اصول و آداب، تالیف: مولانا سیف اللہ تونسوی، مطبوع۔
- ۲۸: اصول مناظرہ، تالیف: مولانا الیاس گھمن صاحب۔
- ۲۹: اصول الجدل والمناظرة فی الكتاب والسنة، تالیف: ڈاکٹر حمد بن ابراہیم عثمان، مطبوع دار ابن حزم۔

۳۰: الشریفہ فی المناظرۃ، تالیف: میرسید شریف جرجانی (۱۶ھ ۸۱ھ)

۳۱: الرشیدیۃ علی الشریفیۃ، تالیف: عبدالرشید جونپوری (۱۰۸۳ھ)

۳۲: الحاشیۃ للکنویۃ علی الرشیدیۃ، تالیف: امام عبدالحج لکھنوی، مطبوع: المطبع العلوی، لکھنؤ۔

۳۳: الحاشیۃ الحمیدیۃ علی الرشیدیۃ، تالیف: فیض الحسن بن علام فخرالحسن سہارنپوری۔

۳۴: خلاصۃ الرشیدیۃ تسہیل الشریفیۃ، تالیف: مولوی غلام مصطفی ایم۔ او۔ ایل، مطبوع رفاه عام، لاہور

۳۵: حمیدیہ ترجمہ رشیدیۃ، تالیف: مولانا عبدالقدوس قارن صاحب۔

احقر نے ان کتابوں کے لیے استقصا تو نہیں کیا ورنہ اور بھی کتابیں اس فن پر لکھی گئی ہیں۔

آج کل ہمارے یہاں دینی مدارس سے عمیق اور مفق کتابوں کے پڑھانے کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے، جس کا نقصان بالکل واضح ہے، کہ نئے فضلا کا عمق و دقت، وسعت معلومات، دلیل پر گرفت وہ نہیں ہے، جو پہلے ہوتی تھی اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ان کتابوں کو تدریس کا حصہ بنایا جائے اور شوق و ذوق سے پڑھائی جائے اس سلسلے کی ایک کڑی علم المناظرہ کی مشہور کتاب "رشیدیہ" ہے، جو کئی صدیوں سے ہمارے مدارس کے نصاب میں شامل تھی، لیکن افسوس ہے کہ اب چند ہی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

✽ مصادر و مراجع ✽

(۱) مقدمہ تبیین کذب المفتوی للحافظ بن عساکر بقلم الکوثری: ص ۱۱، مطبوع دار الفکر، بیروت۔

(۲) دیکھئے مقدمہ اشارات المرام: ۴، زم زم پبلشرز کراچی۔

(۳) اصول الجدل والمناظرۃ للدکتور احمد العثمان: ۶۸، بحوالہ کتاب الفقیہ والمتفقہ: ۶۲، ج ۲

(۴) الدر المختار مع شرحہ رد المحتار: ۳۲۱، ج ۶، ۱، ایچ ایم سعید۔

(۵) اصول الجدل والمناظرۃ: ۱۶۶، بحوالہ المنہاج بترتیب الحجاج

(۶) جامع بیان العلم و فضلہ لاین عبدالبر: ج ۲، ص ۹۷، دار الکتب الاسلامیہ، مصر، ۱۴۰۲ھ

(۷) الذریعۃ الی مکارم الشریعہ: ۲۵۹، مطبوع دار الوفا، منصورہ مصر۔

(۸) اصول الجدل: ۱۹۰، مطبوع دار ابن حزم، بیروت۔

(۹) دیکھئے کتاب الکبائر للذہبی: ۲۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت

(۱۰) تبیین کذب المفتوی: ۹۵، دار الفکر بیروت۔

(۱۱) تاریخ دعوت و عزیمت، حصہ اول، ص: ۱۰۶-۱۰۷، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

(۱۲) بلکہ حضرت نعمانی کے تمام مناظرات دار الکتب، لاہور سے "فتوحات نعمانیہ" کے نام سے چھپ چکی ہیں۔

(۱۳) تحدیث نعمت، آپ بیتی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، ترتیب عتیق الرحمن سنبھلی نعمانی، ص ۳۲ تا ۳۸، قریشی پبلشرز، لاہور۔

(۱۴) اصول الاستدلال والمناظرۃ، شیخ عبدالرحمن ص: ۳۷۱، دار القلم، دمشق۔

(۱۵) دیکھئے ترتیب العلوم، تالیف: ساجد علی زاوہ: ص ۱۴۱، مطبوع: دار البشائر الاسلامیہ، بیروت۔